

## تحقیق و تنقید

## مکہ اور مدینہ کے تعلقات

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین منظر صدیقی

پس منظر

حزین شریفین کے معاشرتی تعلقات بہت قدیم رہے ہیں۔ شاید اس وقت سے جب مکہ مکہ کہلاتا تھا اور مدینہ یشرب۔ دونوں شہر عرب قبیلوں کی آماجگاہ رہے ہیں۔ مکہ بنو عدنان کے شمالی طبقہ عرب کا مسکن رہا ہے اور مدینہ بنو قحطان کا۔ ان دونوں میں قبائلی فرق و امتیاز بعد کا ہے۔ اصل ان دونوں کی ایک ہے۔ اس کا ان دونوں کو احساس اور شعور تھا۔ اسی بنا پر ان کے درمیان عرب ہم آہنگی تھی بلکہ

مکہ اور مدینہ کے درمیان تہذیبی یک جہتی نے ان کے قبائلی اختلاف کو کافی حد تک محدود کر دیا تھا اور یہ قبائل عرب کی حساسیت و شعور کی علامت تھی۔ طبعاً تقسیم یا اور کسی قسم کی تفریق کے باوجود ان کے احساس عربیت نے ان کو ایک دوسرے سے مضبوطی اور محبت کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ اس شعور نے کہ وہ عرب ہیں اور بحیثیت عرب ایک گروہ ہیں ان کو ایک قوم، ایک امت اور ایک ہم آہنگ جماعت بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ عربی زبان، ایک متحدہ تہذیب سے وابستگی، دین ابراہیمی سے شفقتگی اور عربی اجتماعیت نے اہل مکہ اور اہل یشرب

لے ابن ہشام ۱/۲-۵..... و بعض اہل العلم یقولون: قحطان من ولد اسمعیل، ویقولون: اسمعیل ابوالعرب  
 (کہا.....) سہیل ۲/۲۲-۲۶ و ماجد؛ بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش؛ فتح الباری  
 ۴/ ۶۵۲-۶۵۹، ۶۶۷ و ماجد؛ ازرقی، کتاب اخبار مکہ، فاہکی، المنتقی فی اخبار ام القرى؛ ہمدوی  
 وفاد الوفا؛ اخبار دار المصطفى؛ نیز کتب حدیث و سیرت و تاریخ کے متعلقہ ابواب

دونوں کو ایک رشتہٴ محبت میں باندھ رکھا تھا۔

جغرافیائی نسبت و ربط نے ان دونوں شہروں اور ان کے باشندوں میں ایک نیا رشتہٴ مودت استوار کر دیا تھا۔ مکہ سے تین سو میل، لگ بھگ پانچ سو کلومیٹر کی مسافت میں بجانب شمال مدینہ واقع تھا۔ ان دونوں کی اصل جغرافیائی ایک جہتی یہ تھی کہ دونوں شام کو جانے والے اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھے جو شمال میں شام کو جنوب کے یمن سے جوڑتی تھی۔ مکہ شروع سے بے آب و گیاہ وادی کا شہر تھا اور اس کی اقتصادی زندگی کا دار و مدار تجارت پر تھا اور اس تجارت میں ریڑھ کی ہڈی ان کی شامی تجارت تھی۔ اہل مکہ اور قریش بک شام آتے جاتے لازمی طور سے شرب سے گذرتے تھے اور وہاں قیام کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ بیت اللہ کے شرف سے بھی مشرف و مفتخر تھا۔ حضرات ابراہیم و اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر خانہ کعبہ کے بعد سے وہ تمام اہل عرب اور دوسرے لوگوں کا مرجع و ماویٰ بن گیا تھا۔ دنیا جہان کے لوگ اللہ کے مقدس گھر کی زیارت، عمرہ اور حج کرنے کے لیے مسلسل مکہ مکرمہ آتے رہتے تھے۔ ان کی آمد و رفت میں وقت اور زمانہ کی کوئی پابندی نہ تھی چار مقدس مہینوں کے علاوہ عربوں نے آٹھ محفوظ مہینوں کی روایت اسی زیارت کعبہ کی خاطر ڈالی تھی۔ پھر حرم مکہ قدیم زمانے سے شہرِ امان، بلدِ امین اور علاقہ محفوظ تھا جہاں دوست دشمن سب کی جان و مال و آبرو محفوظ تھی، شمال سے آنے والے متواتر قافلے اور وہم کاروان مدینہ منورہ سے ہو کر یہی گذرتے تھے،

لہ ابن ہشام ۴/۱، ۵-۳۴، ۳۵-۴۵، ۶۶-۷۶ و ما بعد؛ ۸۱-۸۲؛ یا قوت حموی، معجم البلدان، مکہ والمدینہ، شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ الباقیۃ، باب ماکان علیہ حال اہل الجاہلیۃ الخ ۱۰/۱۲۴-۱۲۸؛  
 لہ اردو دائرہٴ معارف اسلامیہ، مقالہ ”مدینہ“، مقالہ ”مکہ“ اور ”شرب“؛ معجم البلدان، مکہ والمدینہ؛ جوارجات سابقہ؛ بلاذری ۲۵۷/۱؛ مقال (علیہ السلام) قدرت ان دار بحر تکم تبوب، فمن الاداء الخروج فیخرج فان البلاد قریبہ و اتم عارفون وہی طریق عبرہ کم انی الشام؛ .....

لہ قرآن، سورہ توبہ ۳۶؛ ”منہا الریۃ حرم“؛ ابن ہشام ۱۱۴/۱؛ و البیہقی، ثنائیۃ اشہر حرم لہم من کل سنتہ من بین العرب، قد عرفت ذلك لہم العرب

بلکہ وہ ان کی ایک اہم ترین منزل تھی، مدینہ سے وہ مکہ آتے تو کھجوروں کی سوغات اور دوسری مادی اشیاء کے تحفے کے ساتھ انسانی محبت و تعلق کے رشتے بھی لاتے۔ خود اہلِ شرب مکہ مکرمہ کی حاضری کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے کہ کعبۃ اللہ ان کے لیے بھی سب سے عظیم شعار اور جلیل ترین سجدہ گاہ تھی۔

انسانی زندگی کی پیچیدہ رشتہ داری اور تہذیبِ عربی کی گونا گوں وابستگی نے قبائلی حرب و ضرب اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بہت سی سماجی، دینی اور تہذیبی خرابیوں کو محصور کر رکھا اور ان کو کبھی بھی عربیت کے احساس و شعور اور قومیت کی ایک جہتی اور ہم آہنگی پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ ان کی اپنی فطری شرمیت نے ان کو قبائلی تفریق کا شکار بنا دیا، اس نے خاندانی عصیتوں اور افرادی رقابتوں کو جنم دیا، ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کے دشمنوں نے بالخصوص یہودی سائیکس نے ان کو باہم ایک دوسرے کا مقابل، حریف، رقیب اور دشمن بنا کر رکھا لیکن ان کے اندرون سے یہ احساس اور جذبہ نہ مٹا سکا کہ وہ ایک عرب قوم اور ایک ملک کے باشندے ہیں۔ وہ تمام جنگ و جدال کے باوجود عرب برادر تھے اور اسی حساسیت نے ان کو ہمیشہ ایک دوسرے سے مربوط و آمیخت رکھا۔ اہل مکہ اور ساکنانِ شرب کے درمیان عرب ہونے کے احساس اور قومی شعور نے قریبی تعلقات استوار کیے تھے۔

### تاریخِ تعلقات: قدیم جاہلی دور

مکہ و شرب کے باشندوں کے تعلقات کا نقطہ آغاز حج کے قیام و ادائیگی کے لیے اذانِ ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں اہلِ شرب کی لسیک کی صدا ہے۔ یہ ایک بنیادی اور مسلمہ حقیقت ہے مگر تاریخِ عرب اس کا ساتھ نہیں

لے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مضمون مکہ مکرمہ۔ البلد الامین کی حیثیت سے، مصادر مذکورہ بالا نیز منہرجوزیل؛

۱۷ ابن ہشام ۳۸۶/۲ وابعہ.... انا قدرکنا قومنا ولا قوم بینہم من العداۃ والشرا ما بینہم، وعسی ان یجمعہم اللہ یک۔

دتی۔ اور اتنی قدیم تاریخ کا کھوج لگانا کسی بھی لحاظ سے ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ تحقیقی جستجو کے لحاظ سے سو دہندہ ہو مگر سیرتِ نبوی کے پس منظر میں اور تاریخِ اسلام کے مطالعہ کے لیے بعثتِ محمدی سے قبل کی دو تین صدیوں سے بحث کرنا کافی ہے۔

شہرِ مکہ کے اصل بانی اور قبائلِ قریش کے تحقیقی جامع قصی بن کلاب تھے۔ ان سے پہلے قریش بالعموم بنو النضر کہلاتے تھے۔ حالانکہ نضر بن کنانہ کو اولین قریش کہا گیا ہے اور اولین جامع قبائلِ قریش، مگر اس دور میں قریشی لوگ سرزمینِ مکہ میں منتشر تھے، وہ ادھر ادھر سکونت رکھنے کے علاوہ معاشرتی پراگندگی کا شکار رہے اور ابطح۔ داخلِ مکہ میں تو کوئی مقیم نہ تھا۔ ان کے بھتیجے فہر بن مالک بن کنانہ بھی قریش کے لقب سے موسوم ہوئے، مگر ان کی جمعیتِ قریش بھی اسی طرح پراگندہ رہی۔ مکہ مکرمہ اور قریش کی اصل تعمیر و ترتیب قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی مرہونِ منت ہے۔

قصی (اصل نام زید) بن کلاب اپنے والد کے انتقال کے بعد شامی سرحد کے قریب آباد قبیلہ قضاہ کے سردار ربیعہ بن حرام عذری کے گھر میں ارضِ شام میں پلے بڑھے اور جوان ہو کر حجاج کے قافلے میں یتیم سے گذرتے ہوئے مکہ پہنچے اور صلاحیت و لیاقت سے مکہ مکرمہ کے سب سے عظیم سردار، شہرِ مکہ کے بانی اور قریش کو متحد کرنے والے کبیر قوم بن گئے۔ بعد میں ان کے دو فرزند ان گرامی عبدالدار اور عبدمناف نے مکہ مکرمہ کی سیادت و سیاست کی زمام کار سنبھال لی۔ انہی عبدمناف بن قصی قریشی اور ان کے فرزندِ عظیم ہاشم بن عبدمناف قریشی نے

لہ سورہ حج: ۲۷، ابن ہشام ۲/۱-۳، وما بعد؛ کے علاوہ بلاذری، ابن سعد، طبری وغیرہ کتب و تاریخ کے اولین ابواب۔

۵۲ ابن ہشام ۱۱۶/۱-۱۱۸، سہیلی ۲/۲۸-۵۵ وما قبل وما بعد؛ ابن سعد ۱/۶۶-۷۴، وما بعد؛ طبری ۲/۲۵۴-۲۶۶؛ بلاذری ۱/۴۷-۵۲، وما بعد؛ مضمون "عبدالملک ہاشمی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا؛ قریش مکہ کی شامی تجارت نیز یعقوبی ۲/۷۲-۸۰ کے مطابق قصی کی جلالتِ شان کی بنا پر قریشِ سنین کی تاریخ ان کی موت سے کرتے تھے تا آنکہ واقعہ فیصل کی شہرتِ عام کے سبب اس سے تاریخِ سنین ہونے لگی اور بعد میں مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی۔

شیرب سے اور قرظی روابط اور تاریخی تعلقات کا باب کھولا۔

## خاندانِ بنو عبدمناف اور مدینہ

ہاشم بن عبدمناف قرظی مکرمہ کے عظیم سردار ہونے کے علاوہ بین الاقوامی تجارتِ عرب سے بھی وابستہ تھے۔ وہ مکرمہ سے براہِ مدینہ منورہ شام آیا جایا کرتے تھے۔ اپنے ایک سفر کے دوران ہاشم بن عبدمناف قرظی نے مدینہ منورہ کے عظیم ترین عرب قبیلہ خزرج کے ایک ممتاز ترین خاندان بنو النجار کے گھرانے نبویؐ بن النجار کی ایک ممتاز و حسین خاتون سے شادی کی، ان کا اسم گرامی سلمیٰ بنتِ عمرو بن زید بنجاری خزرجی تھا۔ خاتونِ بنجاری کی ماں اور زانی وغیرہ بنجاری، خزرجی اور مدنی تھیں۔ یہ مشہور ترین روایت ہے۔ لیکن ہاشم بن عبدمناف کے ازدواجی تعلقات اس سے قبل بھی مدینہ کے خزرج سے استوار ہو چکے تھے۔ اس کا ذکر آتا ہے۔ بلاذری کی روایت میں زیادہ تفصیل ہے جو قریش اور بنو عدی بن بنجار / خزرج اور مکہ و مدینہ کے تعلقات کو اور قدیم بناتی ہے۔ اس کے مطابق ہاشم بن عبدمناف شام کو تجارت کے لیے جاتے تو شیرب سے گذرتے اور وہاں عمرو بن زید بن لبید خزرجی کے گھرانے۔ کیوں کہ عمرو خزرجی ان کے ہی نہیں ان کے والد عبدمناف کے دوست تھے۔ وہ اپنی شامی تجارت گاہ سے واپسی پر اپنے متعدد اسفار میں سے ایک سفر میں ان کے ہمان ہوئے تو ان کی دختر سلمیٰ بنت عمرو خزرجی پسند آگئیں اور ان سے شادی کرنی۔ اس شادی کی ایک شرط یہ تھی کہ ان سے جب بھی اولاد ہوگی تو اس کی ولادت بیوی کے

لسہ طبری ۲/۲۵۱-۲۵۲ و اقبل؛ بلاذری ۱/۴۲؛ ابن سعد ۱/۷۲-۷۳، ۸۲۔ بلاذری کے

مطابق بنو بنجار / خزرج کے شیخ عمرو بن زید مدینہ / شیرب کے سردار اور عبدمناف کے دوست تھے۔

لسہ ابن ہشام ۱/۱۱۹؛ طبری ۲/۶۵-۶۶ و جامعہ؛ طبری ۲/۲۴۸؛ بلاذری ۱/۴۲؛ ابن سعد ۱/۸۱-۸۲۔

گھر والوں میں ہی ہوگی۔ ہاشم ان کو مکہ لائے لیکن جب اولاد پیدا ہونے کا وقت آیا تو ان کو شرب پہونچا کر برائے تجارت شام چلے گئے وہاں ان کی ارض فلسطین کے شہر غزہ میں وفات ہوگئی۔ ادھر مدینہ / شرب میں سلمیٰ خزرجی نے ہاشم کے فرزند شیبہ کو جنم دیا۔ یہ فرزند ہاشم کا مشہور اور روایتی نام ہے جو مصدیر سیرت میں پایا جاتا ہے۔ اصلاً وہ لقب ہے اور ان کا اصل نام کچھ اور تھا۔ شیبہ یا شیبہ الحمد کی ابتدائی پرورش و پرداخت شرب میں اپنی ماں کی گود میں اور تنہالی عزیزوں کے درمیان ہوئی۔ جب وہ بڑے ہوئے اور سات یا آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو ان کے چچا مطلب بن عبد مناف کو ان کے بارے میں خبر پہونچی، ابن سعد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ مشہور اسلامی شاعر حضرت حسان بن ثابت خزرجی بخاری کے والد ثابت بن منذر بن حوام بخاری خزرجی عمرہ کرنے مکہ مکرمہ گئے تو مطلب بن عبد مناف سے ملے اور ان کے ہاں قیام کیا کہ وہ ان کے جانی دوست تھے اور ان کو شیبہ بن ہاشم کے بارے میں بتایا۔ مطلب بن عبد مناف نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ وہ اپنے یتیم بھتیجے کو مکہ مکرمہ واپس لائیں گے کہ وہ ان کا گھر ہے شیبہ بن ہاشم کی خزرجی ماں کسی طرح ان کو مدینہ سے جانے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں اور نہ ان کے تنہالی عزیز راضی تھے۔ مطلب بن عبد مناف نے ان سے اصرار جاری رکھا، تین دن تک ان کے مہان رہے اور بالآخر ان کو راضی کر لیا۔ ماں اور تنہالی عزیز و اقارب مطلب بن عبد مناف کے دلائل سے زیادہ بھتیجے سے ان کی محبت و تعلق خاطر سے متاثر ہو گئے اور اپنے جگر کے ٹکڑے کو قریش مکہ کے سردار و خاندان بنو عبد مناف کے شیخ کے حوالے کر دیا کہ وہ جو ارحم میں ان کو پروان چڑھائیں۔

ان روایات سے مکہ اور مدینہ اور قریش و خزرج کے درمیان تعلقات کی گونا گونی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ان کے اہم نکات پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔

۱۔ عبد مناف بن قصی قریشی سردار مکہ کے دوستانہ روابط شرب کے شیخ بخارو خزرج عمرو بن زید سے تھے، کہ عبد مناف اپنی شامی تجارت کے لیے جاتے ہوئے شرب میں ان کے ہاں قیام کرتے تھے اور واپسی پر بھی ضرور رکتے تھے اور شرب

کے عمرو بن زید بخاری خزرجی مکہ مکرمہ عمرہ، زیارت، حج اور تجارت کے لیے آتے تو اپنے قریشی دوست عبدمناف بن قصی کے ہاں قیام کرتے تھے۔

۲۔ عبدمناف کی دوستی ان کے فرزند ہاشم کو وراثت میں ملی اور وہ اپنے باپ کے دوست عمرو بن زید خزرجی کے دوست بن گئے۔ شامی تجارت کے لیے آتے جاتے ان کے ہاں قیام کرتے اور عمرو بن زید خزرجی بھی مکہ میں ان کے ساتھ ٹھہرتے۔

۳۔ ہاشم بن عبدمناف قریشی نے یثرب کے شیخ بخاری خزرجی کی دختر سے شادی کر کے دوستی کے تعلقات کو اور مستحکم کر دیا۔

۴۔ ہاشم کے فرزند شیبہ کی ولادت اور سات آٹھ برس تک پرورش یثرب میں ہوئی۔

۵۔ مطلب بن عبدمناف کے تعلقات ہاشم کی مدنی سسرال اور عزیزوں سے قائم ہوئے اور وہ مدینہ گئے تو ان کے ہاں ٹھہرے اور ان کے مہان بنے اور مدینہ کے قیام کے بعد سیدھے وہ اپنے آخری سفر شام پر گئے۔

۶۔ مطلب اپنے یتیم بھتیجے اور ہاشم مرحوم کے فرزند شیبہ کو اپنے ساتھ کولائے اور مدینہ سے روابط رکھے۔

۷۔ خاندان بنی عبدمناف کے ایک اور شیرینی اور مدنی دوست ثابت بن منذر خزرجی تھے۔ دونوں میں رشتہ مودت کے سبب مختلف قسم کے روابط و تعلقات

تھے۔ ان میں دینی روابط کے علاوہ معاشرتی، تجارتی اور تہذیبی اور خاندانی رشتے بھی تھے ہاشم بن عبدمناف کی ایک خزرجی خاتون سلمی بنت عمرو بخاری سے شادی کی

روایت بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی واحد وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ خاتون محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ ماجدہ تھیں۔

لیکن جناب ہاشم نے ایک اور خزرجی خاتون سے شادی کی تھی اور غالباً وہ بھی مدینہ منورہ ہی میں کی تھی اور شاید کچھ پہلے۔ بلاذری نے عبدالمطلب ہاشمی کے علاوہ

دوسری اولاد ہاشم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے دو فرزند صیفی اور ابو صیفی بھی تھے۔ ابو صیفی کا اصل نام عمرو تھا اور ان کے والد نے اپنا نام انھیں دیا تھا اور

ان دونوں فرزندوں کی ماں ہند بنت عمرو بن نعلبہ خزرجی تھیں۔

ابن سعد کی روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اور مزید یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوہنی عمرو بن ہاشم اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے بلکہ اس سے مزید یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خزرجی خاتون اور بیوہ ہاشم ان کی موت کے بعد ان کے بھائی مطلب کی زوجہ بن گئی تھیں، اور ان سے اولاد بھی چلی تھی، جن میں اہم ترین شخصیت مخرمہ بن مطلب بن عبدمناف کی تھی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں دادا تھے۔ ان کے فرزند صلت بن مخرمہ تھے اور پوتے جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلکہ

اس روایت سے یہ مزید واضح ہوتا ہے کہ ہاشم اور ان کے والد عبدمناف کے اہل نیشرب سے تعلقات گہرے تھے۔ ہاشم کی اولین شادی بھی نیشرب کے خزرجی قبیلہ میں ہوئی تھی جو ان کی سب سے بڑی اولادوں کی ماں تھیں اور ان کی دوسری شادی جو آخری بھی ہو سکتی ہے نیشرب کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار کی ایک خاتون سے ہوئی تھی، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی ماں اور آپ کی پردادی تھیں۔ ہاشم کی اولین بیوی۔ خزرجی و نیشربی بیوی۔ بعد میں ان کے بھائی اور وصی مطلب بن عبدمناف کی بیوی اور ان کے بچوں کی ماں بن گئی تھیں۔ لہذا عبدالمطلب کے علاوہ دوسرے فرزندان و دختران ہاشم بھی مطلب بن عبدمناف کے پروردہ اور ان کے سوتیلے فرزند و دختر تھے۔ عبدالمطلب کو مدینہ سے مکہ لانے کا اصل سبب یہی تھا کہ وہ ان کے سوتیلے باپ اور ان کے سرپرست بن چکے تھے۔

## مدنی تجاج و زائرین مکہ میں

یہ حقیقت کہ مدینہ منورہ کے لوگ زیارت و عمرہ اور حج کے لیے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے کسی شہادت کی محتاج نہیں کیونکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے اور اس سے انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو عقل سے بے بہرہ اور تعصب و کج فہمی کا شکار ہو۔

۱۔ ابن سعد ۱/ ۷۹ - ۸۰

۲۔ اصحابہ نمبر ۱۲۵۶، کتاب المنتقى ۲۲۱

روایات میں بہر حال اس کے شواہد مل جاتے ہیں اور ان میں چند کا ذکر درج ذیل ہے۔  
 ۱۔ ثابت بن منذر بن حرام خزرجی، مشہور شاعر مدینہ و خزرج حضرت حسان بن ثابت خزرجی کے والد ماجد عمرہ کے لیے مکہ گئے، جیسا کہ ذکر آچکا ہے، اور انہوں نے ہی مطلب بن عبدمناف کو ان کے یتیم بھتیجے عبدالمطلب کی اٹھان کے بارے میں خبر دی تھی۔

۲۔ اسلام سے قبل حضرت حسان بن ثابت خزرجی کے بارے میں روایت آتی ہے کہ وہ اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حج کے لیے آئے تو عبدالمطلب ہاشمی کی اہلیہ تبدیلہ بنت جناب نمری قاسطی سے ملاقات ہوئی جو اپنے فرزند مزار بن عبدالمطلب کی گمشدگی پر رو رہی تھیں۔ ان کی حالت اتنی خستہ ہو گئی تھی کہ وہ پاگل سی ہو گئی تھیں۔ وہ مالدار خاتون تھیں اور موسم حج میں آہ و زاری کرنے کے علاوہ نذر دہرا رہی تھیں کہ اگر اللہ نے ان کے فرزند کو لوٹا دیا تو وہ کعبہ پر غلاف چڑھائیں گی۔ حضرت حسان خزرجی نے ان کے جزع و فزع پر اشعار کہے تھے اور ایک جذامی شخص کے ذریعہ سفید کپڑوں کا غلاف کعبہ نذر کیا تھا۔

۳۔ مشہور روایات کے مطابق مطلب بن عبدمناف کو ان کے بھتیجے عبدالمطلب ہاشمی کے بارے میں خبر دینے والا ایک عرب قبیلہ بنوالمحارت بن عبدمناف کا ایک شخص شرب سے گذرا اور اس نے شیبہ کو کچھ لٹکوں کے ساتھ تیر اندازی کرتے اور ہر نشانہ پر ٹھیک سیٹھنے والے تیر پر ان کو "اینا شیبہ بن ہاشم کہتے ہوئے سنا تو مکہ آکر اس حارثی نے مطلب کو ان کے بھتیجے کی خبر دی۔ ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ حارثی نے بھی خبر دی تھی اور حضرت حسان کے والد نے بھی، دونوں ممکن ہیں۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرب قبائل کے افراد و جماعت بھی ان دونوں شہروں کا چکر لگایا کرتے تھے۔ خواہ وہ تجارت کے لیے ہو یا زیارت و عمرہ کے لیے۔ حضرت حسان بن ثابت

خزرجی اور ان کے والد ثناب اور دادا منذر کے بارے میں روایات کا بیان دیکھ سب سے کہ ان تینوں کی عمر میں ایک سو بیس سال ہوئیں اور ان کے علاوہ کم خاندان ہوں گے جن میں تین تین نسلوں کے افراد، دادا، بیٹا اور پوتا۔ اتنی عمر کے ہوئے ہوں۔ ان کی عمروں بالخصوص حضرت حسان کے والد ثناب خزرجی اور مطلب بن عبدمناف قریشی کی عمر زمانے کے مطابق مکہ و مدینہ اور قریش اور اوس و خزرج کے تعلقات و روابط کی تاریخ کم از کم ڈیڑھ سو سال قبل بعثتِ محمدی چلی جاتی ہے اور عبدمناف کے تعلقات کو پیش نظر رکھا جائے جن کی پختہ شہادت مل گئی ہے اور ان کے والد قصی کے زمانے کو حساب میں لے لیا جائے تو چوتھی صدی عیسوی سے ان دونوں قبیلوں اور حرمین شریفین کے دریا روابط استوار نظر آتے ہیں۔

### عبدالمطلب ہاشمی اور خاندان نبوی عبدالمطلب

عبدالمطلب بن ہاشم قریشی کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنتِ عمرو خزرجی کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ ہمیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کب تک زندہ رہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے فرزند سے طے اور اپنے مرحوم شوہر کے گھر کے لوگوں کے ساتھ رہنے کے لیے مکہ آئیں یا نہیں لیکن قیاس یہی کہتا ہے کہ انھوں نے اپنے سسرال سے تعلق باقی رکھا تھا جس طرح عبدالمطلب بن ہاشم قریشی نے اپنی ماں اور اپنی نہال سے رابطہ برابر قائم رکھا اور اس کو مضبوط کر کے رکھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب ہاشمی کی ایک جائداد ذوالہرم نامی طاقت میں تھی۔ وہ دراصل ایک چشمہ اور اس کے ارد گرد کا علاقہ تھا۔ وہ مدتوں سے ثقیف کے قبضہ میں تھا۔ عبدالمطلب نے جب اپنی جائداد کا مطالبہ کیا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ شیخ ثقیف جنید بن حارث ثقیفی اور عبدالمطلب ہاشمی نے منافزہ کے لیے عذر دیا کہ ان کا انتخاب کیا جس کا نام غزی سلمہ

تھا اور جو شام میں رہا کرتا تھا۔ دونوں فریق کاہن کے پاس گئے۔ عبدالمطلب ہاشمی قریش کی ایک جماعت کے ساتھ گئے جس میں ان کے فرزند حارث بھی شامل تھے۔ اس وقت تک وہی اکلوتے فرزند تھے، کاہن نے جائداد اور منافہ دونوں کا فیصلہ عبدالمطلب ہاشمی میں کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس سفر میں وہ مدینہ ضرور گئے تھے۔

ایک اور منافہ چشمہ زمزم کے سلسلے میں عبدالمطلب ہاشمی اور بقیہ قریش کے درمیان ہوا تھا۔ جب عبدالمطلب نے چاہ زمزم دریافت کر لیا تو اکابر قریش نے ان سے اپنا حق مانگا کہ چشمہ تو ان سب کے مشترک جدا مجید حضرت اسمعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔ سعد ہذیم کی کاہنہ کو حکم بنایا گیا جو شام کی سرحد کے قریب سکونت رکھتی تھی۔ فریقین شام کے لیے روانہ ہوئے اور ابھی سرحد عرب تک نہ پہنچے تھے کہ قریش کے زادراہ کا پانی ختم ہو گیا۔ عبدالمطلب نے پیاسے قریشیوں کو پانی پلایا تو ان کو ندامت ہوئی اور انھوں نے منافہ کرنے سے احتراز کیا اور عبدالمطلب کے حق کو تسلیم کر لیا۔ اس سفر کے دوران بھی ان کا آتے جاتے دونوں مواقع پر گندہ مدینہ سے ہوا اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے عزیزوں سے ملے تھے۔

خاندان بنو عبدمناف میں ایک منافہ عبدالمطلب ہاشمی کا ان کے چچا نوفل بن عبدمناف کے ساتھ ہوا۔ بنائے محاصمت زمین و آراضی تھی۔ بلاذری کے مطابق مطلب بن عبدمناف کے انتقال کے بعد عبدالمطلب ہاشمی بے سہارا رہ گئے چنانچہ ان کے دوسرے چچا نوفل نے عبدالمطلب کی اراکح (ساحات و افنیہ۔ میدان آراضی) پر دیدہ دلیری سے قبضہ کر لیا۔ عبدالمطلب نے اس غاصبانہ قبضہ کے خلاف اپنے خاندان و قوم۔ بنو عبدمناف اور قریش۔ سے فریاد کی، لیکن کسی نے ان کے خاندانی جھگڑے میں پڑنا پسند نہیں کیا۔ مجبوراً عبدالمطلب ہاشمی کو اپنے نہمالی رشتہ داروں بنو النجار / خزرج سے استعانت کرنی پڑی۔ راویوں کا بیان ہے کہ ان کی ایک کثیر جماعت اور بقول بغدادی اسی افراد کی فوج مگرائی۔ انھوں نے

۱۔ ابن سعد ۸۸/۱؛ بلاذری ۷۱/۱ - ۷۵؛ بغدادی، کتاب المنق ۹۸-۱۰۳؛ مزید بحث؛ مضمون عبدالمطلب ہاشمی

۲۔ ابن ہشام ۱۵۵/۱؛ سہیلی ۹۶/۲ - ۹۸؛ ۱۲۰؛ ابو یوسف مضمون عبدالمطلب ہاشمی۔ رسول کریم کے دادا۔

صحن کعبہ کے قریب اپنے اونٹ رو کے اور تیر و کمان سے لیس ہو کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ چچانوفل نے یہ صورت حال دیکھی تو گھبرائے، ان سے بات چیت کی اور چھپکے سے ارکاح عبدالمطلب ہاشمی کو واپس کر دی، بلکہ حسن سلوک میں کچھ مزید آراہنی بھی ان کو دی، اور اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور عذر بھی پیش کیا۔ بنو النجار / خزرج کے رشتہ دار واپس مدینہ چلے گئے، یہ بعض راویوں کا یہ بیان کہ اس کے بعد بنو عبدمناف میں دراز پڑ گئی۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک طرف ہو گئے اور بنو عبدشمس اور بنو نوفل کا گروہ دوسرا بن گیا، جزوی طور سے فصیح ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ عارضی طور سے ایسا ہو، مگر یہ مستقل واقعہ امری نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔

عبدالمطلب ہاشمی کے مدینہ منورہ اور خزرج کے پاس ملاقات کے لیے جانے کا ذکر نہیں ملتا یا کم ملتا ہے، لیکن وہ بقول ابن اسحاق "صاحبِ غیر مکہ" کاروانِ تجارتِ مکہ کو منظم کرنے والے تھے اور ان کے بھتیجے حرب بن امیہ ان کے تجارتی شریک و ندیم تھے اور بعد میں عبداللہ بن جدعان تیبی ان کے ندیم و شریکِ تجارت و کاروبار بن گئے تھے۔ ان حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شامی تجارت سے وابستہ رہے تھے اور شام آتے جاتے رہتے تھے۔ اپنے ان اسفار میں ان کا گذر اور قیام لازمی طور سے مدینہ منورہ سے اور بنو خزرج کے عزیزوں کے ساتھ رہتا تھا اور یہ پرانا تعلق و ربط تھا۔

## زبیر بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن عبدالمطلب

بہر حال عبدالمطلب ہاشمی کے دو فرزندوں کی مدینہ زیارت، قیام اور بنو خزرج کے نہانی رشتہ داروں سے تعلق کا پکا ثبوت ملتا ہے۔ ۱۵۵ء کے آغاز میں عبدالمطلب

۱۔ بغدادی، کتاب المنق ۸۴-۸۸؛ بلاذری ۶۹/۱-۷۰؛ عبدالمطلب ہاشمی رسول اکرم کے دادا۔  
 ۲۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہو: خاندان بنو عبدمناف کے دو سماجی طبقات؛ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلق۔  
 ۳۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات؛ باب اول؛ عبدالمطلب ہاشمی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا؛ تفصیلاً کے لیے ابن سعد ۸۴؛ ابن خنبل ۵۰۱-۵۱؛ بلاذری ۴۳/۱-۴۴؛ کتاب المیزان ۱۴۳؛ کتاب المنق ۵۵-۵۶؛

کے فرزند دینار عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی تجارت کے لیے شام گئے۔ بلاذری وغیرہ کے مطابق عبداللہ کی مدینہ آمد کا مقصد یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ بنو عدی بن التجار کے نہانی رشتہ داروں کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ بعض روایات کے مطابق وہ مدینہ منورہ سے کھجوریں لینے کے لیے گئے تھے۔ لیکن اول الذکر روایت کو زیادہ ثقہ و معتدما نا گیا ہے۔ سہ قریشی قافلے کی شام سے واپسی پر عبداللہ ہاشمی بیمار ہو گئے چنانچہ مدینہ منورہ پہنچ کر ان کو ان کے نہانی رشتہ داروں کے ہاں دوا علاج اور تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ مکی کاروان تجارت نے مکہ مکرمہ پہنچ کر عبدالمطلب ہاشمی کو فرزند عزیز کی بیماری کی خبر دی تو بوڑھے شفیق باپ نے اپنے دوسرے فرزند زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی کو بیمار بیٹے کی تیمارداری اور خبر گیری کرنے اور صحت کے بعد مکہ مکرمہ لانے کے لیے مدینہ بھیجا۔ زبیر ہاشمی شرب پہنچے تو عبداللہ ہاشمی کی بیماری ناقابل علاج ہو چکی تھی اور کچھ دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ زبیر نے اپنے بھائی کی مدینہ کے دار النہج کے قبرستان میں تدفین کی اور واپس مکہ لوٹ گئے۔ بعض روایات کے مطابق وہ ان کے انتقال کے بعد مدینہ پہنچے تھے۔ بہر حال وہ عبداللہ ہاشمی کا مال و اسباب و ترکہ بھی کرا لائے۔

## حضرت عباس بن عبدالمطلب

مکہ مکرمہ کے خاندان بنو عبدمناف کے تمام افراد و رجال کے مدینہ منورہ اور خاص کر بنو عدی بن نجار / خزرج سے ہمیشہ روابط رہے۔ منھانی رشتہ داری عرب سماج میں بڑی قدر و قیمت اور دور رس سیاسی اثرات کی حامل رہی تھی۔ اس لیے ازدواجی تعلقات مختلف خاندانوں اور قبیلوں سے قائم کیے جاتے تھے۔ اور وہ اپنے

بلاذری ۹۲/۱

سہ ابن سعد ۹۹/۱؛ بلاذری ۹۲/۱؛ ابن ہشام ۱۴۱/۱؛ سیرت حلبیہ ۶۳۱-۶۴۰؛ دیارگیری ۲۱۱/۱؛ طبری ۱۵۳ اور ۲۴۶؛ بحوالہ امام زہری قواعدی و ترجیح روایت و اقدی؛ عبدالمطلب ہاشمی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا؛ نیز مضمون عم نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرت نبوی؛ شبلی ۱۹۹/۱؛ ادیس کا نضوی ۴۵۱-۴۶۰؛ بحوالہ زرقانی ۱۰۹/۱؛ حوددی سیرت ۲/۹۰؛ ابوالحسن ندوی ۹۹؛ جعفر شاہ پھولاری؛ صفی الرحمن مبارکپوری ۸۱-۸۲ وغیرہ۔

دامادوں اور ان کی اولادوں کے لیے ہمیشہ سراپا مہر و شفقت اور محبت و خاطر ثابت ہوتے اور اس نازک رشتہ کا لحاظ کرتے۔ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم اور ان کی اولادوں کو بنو عدی بن بنجار / خزرج نے ہمیشہ ”اپنی بہن کی اولاد“ ہی سمجھا اور اس کی ہمیشہ رعایت کی۔ حدیث نبوی میں ارشاد گرامی ہے۔ ابن اخت القوم منہم۔ اس کی ایک اور مثال ان تعلقات حرمین کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی غزوہ بدر ۶۲۴ء میں مسلمانانِ مدینہ کے ہاتھوں قید ہوئے اور جنگی اسیر بنے۔ اسیرانِ بدر کے لیے جب مہر نبوی سے فدیہ لینے اور آزاد کرنے کا فیصلہ ہوا تو امام بخاری کی ایک روایت بسند حضرت انس بن مالک خزرجی کے مطابق ”انصار کے کچھ مردانِ کار نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہمیں ہماری بہن کے فرزند عباس کا فدیہ معاف کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑ سکتے۔“ حافظ ابن حجر نے ”ابن اختنا“ کی تشریح میں حضرت عبدالمطلب ہاشمی کی والدہ ماجدہ سے رشتہ داری کا حوالہ دیا ہے۔

ابھیں حضرت عباس ہاشمی کے بارے میں شامی تجارت کے حوالے سے یہ ذکر آتا ہے کہ وہ تجارت کے لیے شام جاتے تھے تو مدینہ منورہ سے گذرا کرتے اور وہاں قیام کرتے تھے اور ان میں سے کئی ایک سے ان کے تعلقات استوار تھے اور معروف تو تھے ہی۔ ہجرتِ مدینہ سے قبل حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی اور مدینہ منورہ کے دو اکابر حضرات کعب بن مالک خزرجی اور براء بن معرور خزرجی سے تعلقات تھے اور وہ ان دونوں کے شناسا تھے کہ وہ برابر مدینہ منورہ کے لیے جایا کرتے تھے۔ یہ اس روایت کا ایک خوبصورت نکتہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ان دونوں

۱۔ بخاری کتاب المناقب، باب عنوان نزا، فتح الباری ۶/ ۶۷۵ وغیرہ۔

۲۔ کتاب المغازی، باب ۱۲۔ بلا عنوان، حدیث ۴۰۱۸؛ فتح الباری ۷/ ۴۰۰ وما بعد

۳۔ فتح الباری ۷/ ۴۰۴

۴۔ ابن ہشام ۲/ ۲۸-۲۹؛ پہلی ۲/ ۸۰-۸۱ وغیرہ

حضرات کا تعارف کرایا گیا تو آپ نے حضرت کعب بن مالک کو شاعری حیثیت سے پہچانا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ والوں کے واقف تھے۔

## نبوی تعلقات۔ قبل از بعثت

خاندانِ نبی عبدمناف کے چند اور افراد کی زیارتِ مدینہ کا واضح ذکر ہماری روایاتِ سیرت میں ملتا ہے۔ ان میں سے مشہور ترین اور عظیم ترین زیارت و سفر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو آپ نے اپنے بچپن میں کیا تھا۔ روایات میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب زہری آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ ان کے ساتھ آپ کی "انا" ام ایمن حبشیہ بھی تھیں بعض کے مطابق اس سفر کا مقصد بی بی آمنہ کے شوہر مرحوم عبد اللہ بن عبد المطلب ہاشمی کے قبر کی زیارت کرنا تھا۔ جب کہ بعض دوسروں کے مطابق وہ بنو انجار / خزرج کے نہالی رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئی تھیں تطبیق دینے والے قدیم و جدید سیرت نگاروں اور محدثوں نے ان دونوں مقصدوں کو ان کے پیش نظر ہونا بتایا ہے۔

لے ابن ہشام ۱/۱۴۹ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمنہ توفیت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ست سنین بالآبواء بین مکة والمدینة۔ کانت قد قدمت علی أحواله من عدی بن النجار تین و عا ھام، فماتت ھی راجعة بہ الی مکة۔

قال ابن ہشام: ام عبد المطلب بن ہاشم سلمی بنت عمرو النجاریة، فہذا الخولة

التي ذکر ابن اسحاق لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہم۔ ۱۰/۱۸۰۔ سہیلی ۲/۱۸۳۔ ۱۸۴

بحث بروفات و ایان و عدم ایان آمنہ۔ زیارتِ مدینہ اور مقصد سے بحث نذارد ابن سعد ۱/۱۱۶۔ ۱۱۷

بلاذری ۱/۹۴؛ طبری ۲/۲۴۶ نیز ۱۶۵ بالخصوص ۱۶۵۔ ۱۶۶ بمطابق ابن ہشام، ابن سیداناس ۱/۵۵

جو الد ابن اسحاق۔ سہیلی ۱۴۵: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر مدینہ گئیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی نہال خاندانِ نجاریں تھی، وہیں ٹھہریں۔۔۔ مومنین نے لکھا ہے

سہیلی کی تشریح میں ساری بحث بی بی آمنہ کی وفات اور ان کے ایمان لانے یا نہ لانے سے متعلق ہے اور ان کی زیارتِ مدینہ اور اس کے مقصد و محرک سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ گویا کہ ابن اسحاق و ابن ہشام کو کافی سمجھا ہے۔ ابن سعد کی روایت میں کچھ اضافے ہیں: (۱) آمنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نہہالی رشتہ داروں (اخوانہ) بنو عدی بن النجار کی زیارت کرانے کے لیے مدینہ گئیں (۲) آپ کے ساتھ آپ کی انا (حاضنتہ) ام ایمن بھی تھیں۔ (۳) وہ دو اونٹوں پر سوار ہو کر گئے (۴) بی بی آمنہ آپ کو لے کر دار النابتہ میں مقیم ہوئیں (۵) ان کے پاس آپ کے ساتھ ایک ماہ قیام کیا (۶) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں اپنے اس قیامِ مدینہ کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ (۷) آپ نے (بعد ہجرت) بنو عدی بن النجار کی گڑھی (اظم) دیکھی تو فرمایا کہ (الف) میں اس گڑھی میں ایک لڑکی ایشہ نامی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ (ب) میں اپنے نہہالی رشتہ داروں (اخوانی) کے بچوں کے ساتھ وہاں بیٹھنے والے پرندوں کو اڑایا کرتا تھا۔ (ج) دار (احاطہ) کی طرف دیکھا

تھے کہ آپ کی والدہ اس نہہالی رشتہ کی وجہ سے مدینہ گئیں لیکن یہ رشتہ دُور کا رشتہ تھا۔ قیاس میں نہیں آتا کہ صرف اتنے سے تعلق سے اتنا بڑا سفر کیا جائے۔ میرے نزدیک بعض مومنین کا یہ بیان صحیح ہے کہ حضرت آمنہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے گئی تھیں جو مدینہ میں مدفون تھے۔۔۔“ سلیمان منصور پوری ۲/۹۴: ”..... اور پھر ان کو ساتھ لے کر شرب گئیں نہہال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوقِ دل میں پیدا ہوا تھا۔ وہاں ایک مہینہ تک دار النابتہ میں قیام کیا۔۔۔“ اور بس کا نڈھولی ۱/۸۵: ”..... حضرت آمنہ نے مدینہ کا قصد فرمایا اور آپ کو بھی ساتھ لے گئیں۔۔۔ ایک ماہ اپنے میکہ میں قیام کیا۔“ مودودی ۲/۹۹: ”..... بی بی آمنہ آپ کی پردادی (جناب عبدالمطلب کی والدہ) کے خاندانِ نبی عدی بن نجار سے ملانے کے لیے آپ کو ام ایمن کے ساتھ مدینہ لے گئیں اور ایک مہینہ وہاں رہیں۔“ بحوالہ ابن اسحاق و ابن سعد ابن حزم و ابن قیم - ابوالحسن علی ندوی ۱۰۲: ”..... خرجت بامرہ الی المدینۃ شرب، تزیرہ نحو لوتجدہ فیہا و تزور قبر قبیلہا بحبیب۔۔۔“ مبارکپوری ۸۷-۸۸: ”..... حضرت آمنہ کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنے متوفی شوہر کی یاد و قدامت شرب جا کر ان کی قبر کی زیارت کریں چنانچہ وہ اپنے یتیم بچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اپنی فلاں ام ایمن اور اپنے سرپرست عبدالمطلب کی بیعت میں کوئی پانچ سو کلومیٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ تشریف لے گئیں۔“

تو فرمایا کہ یہاں میری ماں میرے ساتھ ٹھہری تھیں (د) اور اسی احاطہ میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے (س) میں بنو عدی بن النجار کے کنوئیں / تالاب (بڑ) میں خوب پیراکی کیا کرتا تھا۔ (ط) کچھ یہودی قوم کے لوگ آپ کو دیکھنے آیا کرتے تھے اور بقول ام ایمن کہا کرتے تھے کہ آپ اس امت کے نبی ہیں اور یہ شہر) آپ کا داؤ بھرت ہے (۸) آپ کی والدہ آپ کو لے کر مکہ واپس ہوئیں (۹) جب وہ سب ابوا میں تھے تو آمنہ بنت وہب کا انتقال ہو گیا (۱۰) ان کی قبر وہیں ہے (۱۱) ام ایمن آپ کے ساتھ ان دونوں اونٹوں پر مکہ واپس آئیں (۱۲) وہ آپ کی والدہ ماجدہ کے ساتھ آپ کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔

بلاذری کی مختصر روایت میں بعض نئی اور اہم معلومات ہیں جو بالعموم ہمارے سیرت نگاروں کی نظر سے اوجھل رہ گئی ہیں۔ اول یہ کہ آپ کی والدہ مدینہ میں اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنے لیے کئیں جیسا کہ وہ زیارت کے لیے جایا کرتی تھیں۔ دوم یہ کہ بی بی آمنہ کے ساتھ اس سفر میں عبدالمطلب بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انا ام ایمن بھی: ومعہا عبدالمطلب و ام ایمن۔ دوسری روایت میں جو لفظ یقال (کہا جاتا ہے) سے شروع کی ہے کہ یہ دراصل عبدالمطلب تھے جو بنو النجار کے اپنے تنہا رشتہ داروں سے ملاقات کرنے اور ان کی زیارت کرنے آئے تھے۔ اور اپنے ساتھ آمنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لائے تھے۔ اور یہی سب سے زیادہ قرین صحت روایت ہو سکتی ہے۔

تمام قدیم و جدید سیرت نگاروں اور تاریخ نویسوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت مدینہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کے سفر کے طور پر بیان کیا ہے اور اس کی طرح ابن اسحاق اور ان کے بنیادی راویوں نے ڈالی ہے۔ بعد میں آنے والے اہل قلم اور سیرت نگاروں نے ابن اسحاق وغیرہ کے قدیم انداز نگارش اور طرز پیشکش کو پوری طرح قبول کر لیا۔ اس کے نتیجے میں کئی غلطیوں کے علاوہ مختلف نوعیت کے ابہام بھی پیدا ہو گئے۔

قدیم روایات میں یہ ذکر واضح طور سے ملتا ہے کہ حضرت آمنہ آپ کے تنہا رشتہ داروں (احوالہ) سے ملنے کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔ حالانکہ وہ

بنی عدی بن نجار / خزرج نہ تو آپ کے ”انخوال“ تھے اور نہ آپ کی والدہ ماجدہ کے۔ وہ دراصل آپ کے دادا عبدالمطلب کے ”انخوال“ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو پردادی کے رشتہ سے وہ ان کے ددھیالی عزیز و قریب تھے اور بنی آمنہ کے رشتہ سے اور ان کے مرحوم شوہر حضرت عبداللہ کے لحاظ سے ددھیالی رشتہ ہی بنتا ہے۔ بعض راویوں نے محض قیاس و تخمین کی بنا پر مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کا محرک تلاش کیا جو عرب روایات کے خلاف ہے اور قیاس و استنباط کے بھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شوہر کی وفات کے چھ سال بعد ان کی زیارت کا شوق کیوں کر پیدا ہوا۔ پھر اس مقصد سے سفر کر کے ایک ماہ دور کے رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرنا اور بھی بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ رشتہ داروں سے ملاقات؟ زیارت کی خاطر جانے کے سبب اتنا طویل قیام مہمانی سمجھنے اور سمجھ میں آنے والی بات معلوم ہوتی ہے۔ ان تمام روایات میں ان دو خواتین کا دواؤں پر ایک لڑکے کے ساتھ مدینہ منورہ کے پانچ سو کلومیٹر کا سفر کرنا ناممکن تھا۔ اس میں کم از کم ایک ہفتہ ورنہ ایک عشرہ لگتا تھا۔ آمد و رفت کے بیس دنوں میں بغیر دوا اور کارواں کے سفر کرنا جان جو کھم کا کام تھا اور عبدالمطلب جیسے شفیق و کریم دادا کی موجودگی میں جو ایک لمحہ کے لیے نکلا ہوں سے اوجھل ہونے پر مضطرب ہو جاتے تھے، قطعی ناممکن تھا۔ نہ ہائی رشتہ بڑا عزیز و دیر پا ہوتا تھا اور نسل در نسل اس کا اثر رہتا تھا اور عبدالمطلب کی تو ماں کا گھر تھا۔

حقیقی صورت حال یہ تھی کہ لڑکے کے قریب عبدالمطلب ہاشمی نے مدینہ کا سفر کیا تھا جیسا کہ بلاذری کی ایک روایت ہے۔ یہ ان کا وہ سفر تھا جو انھوں نے اپنے نہائی رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے کیا تھا اور وہ اکثر بقول بلاذری جابا کرتے تھے، حالانکہ زیارت مسلسل کی نسبت آمنہ کی طرف کی ہے کہ وہی ان کے نزدیک محرک و بانی سفر مدینہ تھیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ عبدالمطلب اکثر مدینہ جابا کرتے تھے۔ زیارت مقصد تھی اور تجارت بھی رہی ہوگی اور اس بار جب وہ مدینہ تشریف لے گئے تو اپنی بہو اور پوتے کو بھی ساتھ لے گئے اور ظاہر ہے کہ وہ ایک کارواں کے ساتھ گئے تھے جس کا ذکر نہیں ملتا۔

## اوس و خزرج کی قریش مکہ سے حلف کی مسامی

بنیادی طور سے مدینہ منورہ کے دونوں عرب قبیلہ اوس و خزرج ایک دوسرے کے قریبی عزیز تھے اور خون کے رشتہ دار۔ لیکن قبائلی اور سیاسی اختلافات نے ان کو دو متحارب قبیلوں میں منقسم کر دیا تھا اور وہ مسلسل ایک دوسرے سے برسہا برس بیکار رہنے لگے۔ یہ دراصل یہودی سازش تھی ان کے متعدد قبیلے مدینہ میں آباد تھے اور وہ آبادی کے لحاظ سے عربوں سے بہت کم تھے، لیکن تمام وسائل پیداوار اور قومی دولت و سیادت پر وہ قابض ہو گئے تھے اور یہ قبضہ ان کی ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کی حکمت عملی پر مبنی تھا۔ اس لیے وہ بڑی حکمت و ہوشیاری کے ساتھ اوس و خزرج کو ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف آمادہ پیکار رکھنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اوس و خزرج دونوں کے قبیلوں سے حلف کے معاہدے کر رکھے تھے۔ بعض یہودی قبیلے اوس کے حلیف بن گئے تھے اور بعض خزرج کے۔ ابن ہشام کے مطابق بنو قینقاع اور ان کے ہمنوا خزرج کے حلفاء تھے اور بنو النضیر و بنو قریظہ اور ان کے ہمنوا اوس کے حلیف تھے۔ وہ ان کو جنگ میں تعاون دیتے تھے اور زمانہ امن میں ان کو ہتھیار اور قرض فراہم کیا کرتے تھے بلکہ

اوس و خزرج میں عددی اعتبار سے خزرج کو برتری حاصل تھی اور فوجی، سیاسی اور مالی لحاظ سے بھی وہ فائق تھے۔ باہمی اختلاف اور خانہ جنگی نے ان کو خاصا کمزور کر دیا تھا اور ان کو یہودی حلیفوں پر زیادہ بھروسہ بھی نہیں رہا تھا۔ شاید وہ کسی حد تک ان کی حکمت عملی بھی سمجھنے لگے تھے۔ بالخصوص جنگِ بنی نضیر کے بعد وہ دونوں نئے حلیفوں کی تلاش میں نکلے۔ اس مقصد کے لیے ان کی نگاہ لازمی طور سے قریش مکہ کی طرف اٹھتی تھی کیونکہ عربوں میں وہ سب سے طاقتور فریق تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس و

خزرج دونوں کے وفود اس مقصد کے لیے مکہ مکرمہ آنے لگے تھے۔ ان میں شاید اوس نے پہل کی تھی کہ وہ کمزور فریق تھے اور خزرج کے خلاف اک طاقتور حلیف کی تلاش میں تھے اور قریش سے بہتر کون حلیف بنتا۔

ابن اسحاق کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالخیر انس بن رافع اوسی اپنے قبیلہ بنو عبد الاشہل / اوس کے ایک نوجوان گروہ کے ساتھ مکہ آئے۔ ان میں ایک نوجوان ایاس بن معاذ بھی شامل تھے جو غالباً اپنے فہم و عقل کی بنا پر رکن بنے تھے وہ اپنی قوم خزرج کے خلاف حلف کرنے کے لیے مکہ پہنچے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی خبر ملی تو آپ نے ان سے ملاقات کر کے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ایاس بن اوس نے اس کو حلف قریش سے بہتر گردانا اور اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا، مگر شیخ وفد نے انکار کر دیا اور ایاس کو برا بھلا کہا شاید قریش سے حلف کا معاہدہ نہ ہو سکا اور وفد مدینہ واپس چلا گیا۔ روایت کے مطابق یہ وفد اوسی جنگ بعاث سے قبل آیا تھا، کیونکہ حضرت ایاس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اس واقعہ کے بعد انتقال فرما گئے اور ان کو ان کے ساتھی اور رفیق مسلم گردانتے تھے، کیونکہ وہ وفات کے وقت کلمہ ٹیبہ کا ورد کر رہے تھے جو انہوں نے آپ سے سنا تھا۔ بلاذری میں کچھ اضافہ ملتا ہے اور اختلاف بھی۔ اول یہ کہ اوس کی ایک قوم مکہ آئی تھی تاکہ خزرج کے خلاف قریش سے حلف کریں۔ کیونکہ ان کے درمیان حرب و جنگ ہوتی رہتی تھی۔ دوم یہ کہ انس بن رافع نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جو رد عمل ظاہر کیا وہ یہ تھا کہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ ہم اپنے دشمنوں کے خلاف قریش سے معاہدہ حلف کرنے آئے تھے اور اب واپس ہوں تو قریش ہی ہمارے دشمن بن جائیں۔

بلاذری نے مدینہ کے انصار کے مکہ آنے کے بارے میں ایک عمومی روایت بیان کی ہے جو حقیقت واقعہ کی غماز و عکاس ہے۔ لکھا ہے کہ انصار کی قوم یکے

۱۔ بلاذری ۲۳۸/۱

۲۔ ابن ہشام ۳۶/۲-۳۷؛ پہلی ۲/۴، ۶۷-۶۸؛ بلاذری ۲۳۸/۱

۳۔ بلاذری ۲۳۸/۱

بعد دیگرے مکہ مکرمہ مختلف کاموں سے آیا کرتی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعوت دیا کرتے تھے۔ بعض اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس کام سے نہیں آئے اور بعض کچھ نہیں کہتے اور خاموشی اختیار کرتے۔ پھر قیس بن الحطیم آئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی۔ پیغام رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انہوں نے کلام عجیب کی تشریح کی اور اگلے سال تک کی مہلت مانگی کہ واپس آکر جواب دوں گا، لیکن سال گزرنے سے پہلے وہ مر گئے۔

اگرچہ سوید بن صامت کی مکہ آمد معاہدہ حلف کی خاطر نہ تھی، مگر وہ بہر حال مکہ والوں سے ایک مدنی شخصیت کے تعلق کو اجاگر کرتی ہے مختلف اہل قلم نے ان کی آمد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جنگِ بعاث سے پہلے مکہ آئے تھے۔ مقصد عمرہ کرنا تھا یا حج کرنا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی تو کلامِ نبوی کو پسند کیا، مگر اسلام قبول نہ کیا۔ مدینہ واپس گئے تو قتل کرنے گئے اور ان کے قتل ناحق نے ہی جنگِ بعاث بھڑکائی۔ ان کے عقیدت مندوں اور رشتہ داروں کا خیال تھا کہ وہ مسلم ہو چکے تھے۔

## شامی تجارت کے حوالہ سے

مکہ مکرمہ سے شام جانے والے تمام کارواں اور تجارتی قافلے آتے جاتے مدینہ / یشرب سے گذرتے تھے۔ عہدِ جاہلی اور عہدِ اسلامی دونوں میں یشرب / مدینہ قریش اور دوسرے عرب تاجروں کے لیے ایک اہم منزل کا کام دیتا تھا۔ یشرب خود ایک اہم تجارتی منڈی تھا اور کم از کم کھجور کی ضروریات کے لیے مکہ والے اسی کی طرف رجوع کرتے اور خرید کرتے تھے، جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ اور عبد اللہ بن عبد المطلب ہاشمی کے آخری تجارتی سفر کی بابت ایک روایت یہ بھی آتی ہے کہ ان کے والد ماجد نے ان کو یشرب سے ہی کھجوریں لانے کے لیے

بھیجا تھا۔ مدینہ کھجوریں کی پیداوار اور فروخت کے لیے مشہور تھا۔ ان دو اسباب سے بھی اہل مکہ و افرادِ قریش کے سماجی تعلقات اہلِ یثرب و مدینہ سے مدتوں سے قائم ہو چکے تھے۔ ان کا مفصل تذکرہ تو "قریش مکہ کی شامی تجارت" نامی مقالے میں آچکا ہے۔ یہاں صرف ان کے بعض اکابر کے یثرب و مدینہ سے تعلقات کا ذکر مختصر نکات کی صورت میں کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق بکثرت مدینہ سے گذر کرتے تھے، دورِ جاہلی میں بھی اور اسلامی عہد کے شروع میں بھی۔ اس لیے وہ مدینہ والوں میں معروف تھے۔  
۲۔ حضرت زبیر بن عوام اسدی تجارتِ شام کے لیے جاتے ہوئے مدینہ منورہ سے گذر کرتے تھے۔

۳۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی شامی تجارت کے لیے معروف تھے، وہ کئی بار یثرب و مدینہ سے گذرے تھے۔

۴۔ رسولِ اکرم حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم جوانی میں قریشی تجارتی سلسلے سے منسلک ہوئے تو مختلف بازاروں سے تجارت کے علاوہ شام سے تجارت کے لیے بھی کئی بار تشریف لے گئے۔ کم از کم دو تین بار تو صرف حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدی کے تجارتی سلسلے سے وابستہ ہونے کے سبب شام تشریف لے گئے اور ہر بار مدینہ منورہ سے گذرے تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے وہاں قیام بھی فرمایا تھا، لیکن افسوس ہے کہ ہماری روایات میں ان کی تفصیلاً نہیں ملتی۔

۵۔ ابوطالب بن عبد المطلب ہاشمی نے ۸۳ھ کے لگ بھگ اپنا مشہور سفر تجارت کیا تھا جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بارہ سال کی عمر میں تشریف لے گئے تھے۔ ابوطالب ہاشمی کا یہ سفر شام اکلوتا نہیں تھا۔ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی قومی تجارت اور آبائی کاروبار کے فروغ کے لیے برابر شام آیا جایا کرتے تھے اور یثرب سے گذر کرتے تھے۔

۶۔ ابولہب ہاشمی بن عبد المطلب اور اس کا فرزند عتبہ ہاشمی بھی شامی تجارت سے وابستہ تھے اور ابولہب نے ہی عتبہ کو شامی تجارتی سفر بھیجا تھا جہاں ایک شیر کے ہاتھوں اس کی زندگی کا خاتمہ حوران نامی شہر میں ہوا۔ یہ مکی عہدِ نبوی کا واقعہ

ہے۔ غالباً وسطِ عہد کا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام کی مخالفت میں دونوں باپ بیٹے حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔

۷۔ اسود بن عبدالمطلب اسدی اور اس کا فرزند زمرہ بن اسود بھی تجارت کے لیے برابر شام جایا کرتے تھے۔

۸۔ مشہور دشمن اسلام ابو جہل مخزومی شامی تجارت سے وابستہ تھا اور اس کے قافلے برابر شام جاتے رہتے تھے۔ مکی دور نبوی میں اس کی تجارتِ شام کا قرینہ ملتا ہے، مگر مدنی دور میں روایات کی گواہی بھی اس قرینہ کو شہادت کا درجہ دے دیتی ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی کے اولین اسلامی سر یہ سیف البحر کے دوران ناحیہ العیص میں جس قریشی تجارتی کارواں سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی اس کا امیر کارواں ابو جہل بن ہشام ہی تھا جو تین سو مکی سواروں کے ساتھ شام سے آ رہا تھا۔

۹۔ اسی فرعون امت کے فرزند عکرمہ بن ابی جہل مخزومی کی قیادت میں ایک اور قریشی تجارتی قافلے سے مڈبھیڑ سریئہ عبیدہ بن حارث مطلبی کی تاخت کے زمانے میں ہوئی تھی۔ یہ قافلہ بھی شامی تجارت کے سفر سے واپس آ رہا تھا۔

۱۰۔ ایک اور مکی حلیف حضرت نضر بن سفیان ہذلی کے کاروانِ تجارت کے شام جانے کا واضح ذکر روایات میں ملتا ہے بلکہ

تمام تفصیلات کا پیش کرنا یہاں ضروری نہیں اور نہ ممکن ہے۔ اس کا اصل محل شامی تجارت کا موضوع ہے۔ ان سے بہر حال یہ واضح و ثابت ہوتا ہے کہ قریش مکہ اور دوسرے باشندگان حرم کے تجارتی قافلے برابر شام جایا کرتے تھے اور وہ بہر حال شہر و مدینہ سے گذر کرتے تھے۔ ان تجارتی تعلقات نے ان کو اہل بیڑب اور اوس و خزرج سے بالخصوص روشناس کرایا تھا اور ان کے درمیان سماجی تعلقات استوار کیے تھے اور یہ تعلقات قدیم، زمانہ دراز سے قائم، مسلسل اور دوامی تھے جو بہر

۱۔ ابن ہشام ۲/۲۲۹ - ۲۳۰

۲۔ ابن ہشام ۲/۲۲۴ - ۲۲۵

۳۔ ابن سعد ۱/۱۶۱

دور میں جاری ساری رہے۔

## دوسرے اکابرِ مکہ مدینہ کے تعلقات

خاندانِ نبیِ عبدمناف کے حوالے سے مکہ اور مدینہ کے قدیم معاشرتی تعلقات کے جائزے و تجزیے ہی سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حرمین شریفین کے دوسرے اکابر و شیوخ اور عوام کے روابط یقیناً رہے تھے۔ اور نہ صرف عبدِ اسلامی میں بلکہ عہدِ جاہلی میں بھی۔ وجوہ و عناصر اور اسباب و عوامل پر پہلے ہی بحث آچکی ہے۔ مختصر آئیہ کہ شامی تجارت کے لیے مدینہ منورہ سے گذرنا اور اس کا ایک منزل و قیام گاہ ہونا اکابرِ قریش و مکہ کو اہل مدینہ سے جوڑتا تھا اور مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی موجودگی کے سبب ہر وقت زائرین اور حاجیوں کا آنا مدینہ والوں اور دوسرے عربوں کو مکہ و اکابرِ حرم سے وابستہ کرتا تھا۔ تیسرا عامل یہ بھی تھا کہ خاندانِ نبیِ عبدمناف کے خوگوار تعلقات و روابط نے بھی دوسروں کو مدینہ و مکہ والوں سے تعلقات جوڑنے اور استوار کرنے اور انھیں قائم و دائم رکھنے پر آمادہ کیا ہوگا۔ اگرچہ روایات میں ان کا حوالہ کم آتا ہے۔ یہ ابھی تحقیق طلب موضوع ہے اور اس میں دقت بھی درکار ہے، لیکن سرِ دست چند حوالے ہی کافی ہوں گے۔

۱۔ ان میں غالباً سب سے مشہور و معروف روایت مدینہ کے حضرت سعد بن معاذ اوسی اور مکہ و قریش کے سردار امیہ بن خلف جمہی کے درمیان تعلق و محبت کے بارے میں ہے۔ دونوں اپنے قبیلوں کے سردار تھے: حضرت سعد بن معاذ اوس کے شیخ تھے اور امیہ بن خلف جمہی بنو جمح کے بزرگ اور سید ہونے کے علاوہ اکابرِ قریش و مکہ میں بھی ممتاز و سرخیل تھا۔ امام بخاری کی روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ نے بیان کیا (اور وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے) کہ امیہ بن خلف جب مدینہ سے گذرتا تھا تو حضرت سعد کے ہاں پہان ہوتا اور حضرت سعد جب مکہ سے گذرتے تو امیہ کے گھراتے تھے۔

روایت میں آگے ہے کہ ”ہجرتِ نبوی کے بعد سعد رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لیے مکہ آئے تو امیہ کے ہاں ٹھہرے اور امیہ سے کہا کہ مجھے کسی خالی وقت میں طوافِ بیت اللہ کے لیے لے چلو۔ لہذا امینہؓ جی ان کو نصف النہار کے وقت لے چلا تو راستہ میں ابو جہل سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے امیہ سے اس کے ساتھی کے بارے میں پوچھا تو وہ بھٹ پڑا کہ تم نے گمراہوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تم ان کی امداد و اعانت کر رہے ہو کیا تم امن و سکون سے مکہ میں طواف کر سکتے ہو؟ اللہ کی قسم اگر تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر والوں کے پاس صحیح سالم نہ لوٹتے حضرت سعد اسی نے بلند آواز سے فرمایا: اللہ کی قسم اگر مجھ کو اس سے روک دو گے تو ہم تم کو اس سے زیادہ سخت چیز سے ضرور ہی روک کر رہیں گے اور وہ ہے تمہارا مدینہ کا راستہ۔ امیہ نے بہر حال بیچ بچاؤ کرایا اور حضرت سعد نے امیہ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید سنائی کہ وہ اس کو قتل کرنے والے ہیں۔ اس پر وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ مکہ سے نکلتا نہ تھا اور غزوہ بدر میں بھی جانا نہیں چاہتا تھا، مگر اسے ابو جہل جیسے لوگ زبردستی لے گئے اور وہاں وہ نبوی پیشگوئی کے مطابق قتل ہوا۔ اس روایت میں بعض اہم نکات ہیں جن کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ حضرت سعد بن معاذ اسی اور امیہ بن خلف جمعی دونوں قدیم دوست تھے اور دونوں مکہ مدینہ میں ایک دوسرے کے مہمان بنتے تھے۔

۲۔ یہ دوستی اور تعلق و ربط عہدِ جاہلی سے تھا اور برابر قائم رہا، اسلام اور ہجرت دونوں نے اس کو متاثر نہ کیا۔ کئی عہدِ نبوی کے تیرہ برسوں میں وہ دونوں مکہ و مدینہ آتے جاتے رہے اور ایک دوسرے کے گھر میں مہمان ہوتے رہے۔

۳۔ اسلام کے بعد بھی دونوں کی دوستی برقرار رہی اور ہجرتِ نبوی کے بعد بھی حضرت سعد اسی نے غزوہ بدر سے قبل مکہ میں عمرہ کرنے کے لیے آنے کے بعد امینہؓ جی کے ساتھ ہی قیام کیا اور اسی کی رہنمائی میں عمرہ و طواف کے لیے گئے۔ ۴۔ ابو جہل مخزومی نے اہل مدینہ کے لیے طواف و عمرہ اور حج بند کرنے کی

دھمکی دی اور اس کے رد عمل اور جواب میں حضرت سعد اوسی نے قریش و اہل مکہ کے لیے مکہ سے مدینہ جانے والے راستے کو بند کرنے کی وعید سنائی۔

۵۔ یہ دراصل ان کی مدنی اور شامی تجارت کو بند کر دینے کی دھمکی تھی جیسا کہ تمام اہل حدیث و سیر نے بیان کیا ہے۔

مدینہ منورہ کے دوسرے رئیس اعظم اور قبیلہ خزرج کے شیخ ابرہہ بن عبد مناف کے ایک سید مطعم بن عدی نوفلی قریشی کے دوست تھے، اور مکہ مکرمہ سے ان کا تعلق خاصا قدم تھا۔ ۶۲۱ء میں بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس و خزرج کے بارہ نقیب مقرر فرمائے اور ان سے یکے بعد دیگرے بیعت و فواہمہ لی۔ مدنی نقباء اور بیعت کرنے والے واپس ہوئے تو مشرکین مکہ کو کچھ سن گن مل گئی اور انھوں نے مدنی مسلمانوں کے تعاقب میں ایک دستہ بھیجا اور وہ اتفاق سے حضرت سعد بن عبدادہ خزرجی کو ہی پکڑا سکا۔ انھوں نے تصدیق کرنی کہ وہ دین محمدی کے پیرو بن چکے ہیں تو ان کو رسی سے باندھ کر مکہ لے گئے۔ تا آنکہ مطعم بن عدی نے ان کی کلوغالی کرائی کہ وہ ان کے دوست تھے۔ حضرت حسان بن ثابت خزرجی نے اس واقعہ پر پھر ابن خطاب فہری شاعر مکہ کے احسان گنانے اور جتانے کا جواب دیا تھا اور وہ اشعار ان کے دیوان میں موجود ہیں۔

ابن اسحاق نے ایک بہت اہم روایت نقل کی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ بعض قریشی خواتین مدنی افراد سے منسوب تھیں اور ان کے اوس یا خزرجی شوہر اور دوسرے رشتہ دار قریش اور اہل مکہ سے بہت قریبی روابطِ مودت رکھتے تھے۔ حضرت ابوقیس بن الاسلت بنو واقف / اوس کے ایک اہم فرد اور شاعر تھے۔ ان کے والد کا اصل نام عامر تھا اور ان کا صیغی تھا، یعنی صیغی بن عامر واقفی اوسی۔ بلاذری نے کبیر مکہ

لہ بلاذری ۲۵۴/۱

۲۵۴ دیوان حسان بنحوالہ بلاذری ۲۵۵/۱؛ ابن ہشام، ۳۰۲-۳۰۳؛ پہلی ۲۴۹/۱؛ حاشیہ مرتب

بلاذری محمد حمید اللہ ۲۵۵/۱ نیز مہم البلدان، خیبر۔

ابو اسحیح سعید بن العاص اموی کی شان میں ان کے قصیدہ کے چند اشعار نقل کیے ہیں۔  
 وہ قریش سے محبت رکھتے تھے اور ان کے داماد تھے۔ ان کے جبالہ عقد میں ارب  
 بنت اسد بن عبد الغزی بن قصی تھیں۔ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مدتوں (برسوں) قریش  
 کے پاس سکونت پذیر رہا کرتے تھے اور وقفہ وقفہ سے مدینہ منورہ جایا کرتے تھے۔  
 اصحاب میں ہے کہ وہ ابوقیس کی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں اور وہ نہ صرف خود مکہ  
 منتقل ہوئے تھے بلکہ ان کے بھائی و جوح بھی نقل وطن کر کے وہاں بس گئے تھے۔  
 دونوں قریش کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے ساتھ تعلقات استوار کر لئے تھے۔  
 روایت کے مطابق وہ مکہ مکرمہ میں ہی فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ایک صنیف  
 روایت ہے کہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

مکہ مکرمہ اور قریش کے اسی رئیس ابراہیم بن خلف حمی کے بہت عمدہ تعلقاً  
 ایک بڑی صحابی جلیل حضرت عبدالرحمن بن عوف زہری سے تھے۔ وہ دونوں قدیم  
 دوست تھے اور ان کے تجارتی و اقتصادی مفادات بھی ایک دوسرے سے وابستہ  
 تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمن کا پرانا نام "عبد عمرو" بدل کر نیا اسلامی  
 نام عبدالرحمن رکھا گیا تو امیہ حمی ان کو عبدالالا کہا کرتا تھا۔ عبدالرحمن کہنے سے گریز  
 کرتا کہ رحمن اس کے نزدیک غیر معروف نام الہی تھا جیسا کہ قرآن میں بھی ہے۔  
 ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ نام کی یہ تبدیلی مکہ میں ہوئی تھی اور ان دونوں  
 دوستوں کی ملاقات ہوتی تو وہ "عبد عمرو" کہہ کر پکارتا اور کہتا کہ میں عمرو کو نہیں جانتا۔ حضرت  
 عبدالرحمن اسے جواب نہ دیتے تو آخر اس نے تجویز رکھی کہ اگر پرانے اور پہلے نام سے

۱۔ بلاذری ۱۴۱/۱-۱۴۲

۲۔ ابن ہشام ۳۰/۱ و ماجہ ۳/۱۰۴ و ماجہ ۴/۱۰۴ و ماجہ ۵/۱۰۴ و ماجہ ۶/۱۰۴ و ماجہ ۷/۱۰۴ و ماجہ ۸/۱۰۴ و ماجہ ۹/۱۰۴ و ماجہ ۱۰/۱۰۴ و ماجہ ۱۱/۱۰۴ و ماجہ ۱۲/۱۰۴ و ماجہ ۱۳/۱۰۴ و ماجہ ۱۴/۱۰۴ و ماجہ ۱۵/۱۰۴ و ماجہ ۱۶/۱۰۴ و ماجہ ۱۷/۱۰۴ و ماجہ ۱۸/۱۰۴ و ماجہ ۱۹/۱۰۴ و ماجہ ۲۰/۱۰۴ و ماجہ ۲۱/۱۰۴ و ماجہ ۲۲/۱۰۴ و ماجہ ۲۳/۱۰۴ و ماجہ ۲۴/۱۰۴ و ماجہ ۲۵/۱۰۴ و ماجہ ۲۶/۱۰۴ و ماجہ ۲۷/۱۰۴ و ماجہ ۲۸/۱۰۴ و ماجہ ۲۹/۱۰۴ و ماجہ ۳۰/۱۰۴ و ماجہ ۳۱/۱۰۴ و ماجہ ۳۲/۱۰۴ و ماجہ ۳۳/۱۰۴ و ماجہ ۳۴/۱۰۴ و ماجہ ۳۵/۱۰۴ و ماجہ ۳۶/۱۰۴ و ماجہ ۳۷/۱۰۴ و ماجہ ۳۸/۱۰۴ و ماجہ ۳۹/۱۰۴ و ماجہ ۴۰/۱۰۴ و ماجہ ۴۱/۱۰۴ و ماجہ ۴۲/۱۰۴ و ماجہ ۴۳/۱۰۴ و ماجہ ۴۴/۱۰۴ و ماجہ ۴۵/۱۰۴ و ماجہ ۴۶/۱۰۴ و ماجہ ۴۷/۱۰۴ و ماجہ ۴۸/۱۰۴ و ماجہ ۴۹/۱۰۴ و ماجہ ۵۰/۱۰۴ و ماجہ ۵۱/۱۰۴ و ماجہ ۵۲/۱۰۴ و ماجہ ۵۳/۱۰۴ و ماجہ ۵۴/۱۰۴ و ماجہ ۵۵/۱۰۴ و ماجہ ۵۶/۱۰۴ و ماجہ ۵۷/۱۰۴ و ماجہ ۵۸/۱۰۴ و ماجہ ۵۹/۱۰۴ و ماجہ ۶۰/۱۰۴ و ماجہ ۶۱/۱۰۴ و ماجہ ۶۲/۱۰۴ و ماجہ ۶۳/۱۰۴ و ماجہ ۶۴/۱۰۴ و ماجہ ۶۵/۱۰۴ و ماجہ ۶۶/۱۰۴ و ماجہ ۶۷/۱۰۴ و ماجہ ۶۸/۱۰۴ و ماجہ ۶۹/۱۰۴ و ماجہ ۷۰/۱۰۴ و ماجہ ۷۱/۱۰۴ و ماجہ ۷۲/۱۰۴ و ماجہ ۷۳/۱۰۴ و ماجہ ۷۴/۱۰۴ و ماجہ ۷۵/۱۰۴ و ماجہ ۷۶/۱۰۴ و ماجہ ۷۷/۱۰۴ و ماجہ ۷۸/۱۰۴ و ماجہ ۷۹/۱۰۴ و ماجہ ۸۰/۱۰۴ و ماجہ ۸۱/۱۰۴ و ماجہ ۸۲/۱۰۴ و ماجہ ۸۳/۱۰۴ و ماجہ ۸۴/۱۰۴ و ماجہ ۸۵/۱۰۴ و ماجہ ۸۶/۱۰۴ و ماجہ ۸۷/۱۰۴ و ماجہ ۸۸/۱۰۴ و ماجہ ۸۹/۱۰۴ و ماجہ ۹۰/۱۰۴ و ماجہ ۹۱/۱۰۴ و ماجہ ۹۲/۱۰۴ و ماجہ ۹۳/۱۰۴ و ماجہ ۹۴/۱۰۴ و ماجہ ۹۵/۱۰۴ و ماجہ ۹۶/۱۰۴ و ماجہ ۹۷/۱۰۴ و ماجہ ۹۸/۱۰۴ و ماجہ ۹۹/۱۰۴ و ماجہ ۱۰۰/۱۰۴

۳۔ اصحابہ ۲۴۸/۵-۲۴۹

۴۔ و اذا قيل لهم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن... الفرقان ۶۰۔ اور جب ان سے کہا جاتا  
 ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟ نیز تفسیر ابن کثیر سورہ فرقان مذکورہ بالا: ای لافوت

الرحمن وكان ينكرون ان ليسمى الله باسمه الرحمن ۳/۳۲۳

جواب نہیں دیتے تو کوئی ایسا نام بتاؤ جس کو میں بھی قبول کروں، لہذا دونوں دوستوں نے اس پر سمجھوتہ کر لیا کہ وہ حضرت عبدالرحمن کو عبداللہ کہا کرے۔ وہ جب بھی ملتا ہی نئے اسلامی نام سے انہیں پکارتا اور وہ جواب دیتے اور اس کے ساتھ بات چیت کیا کرتے تھے۔

امام بخاری نے اپنی اس روایت میں بعض اضافے بھی پیش کیے ہیں جو ماہی لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ میں نے امیہ بن خلف سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ وہ مکہ میں میرے اہل و مال کی رعایت سے میرا تحفظ کرے گا اور اس کے مال و اہل اور جان کی حفاظت میں مدینہ میں کروں گا۔ اسی معاہدہ کی وجہ سے اس کا لقب امیہ بن خلف ہو گیا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کا فقہی اور قانونی پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی حربی شخص سے دارالرحب میں وکیل بنانے کا معاہدہ کرے یا دارالاسلام میں اسے وکیل بنائے تو جائز ہے۔ بعض اہل قلم نے اس معاہدہ حفظ و امان کو ہجرت مدینہ کے بعد ہونا بتایا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ امام بخاری کے ترجمہ الباب سے بھی واضح ہوتا ہے اور قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ یہ باہمی محافظت اور باہمی مفادات کے تحفظ کا معاہدہ ہجرت مدینہ سے قبل ہوا تھا اور روایت کے باقی حصہ کے مطابق حضرت عبدالرحمن زہری نے اسی کے تحت جنگ بدر کے موقع پر امیہ بن خلف جمعی اور اس کے بیٹے علی بن امیہ جمعی کو اپنی امان میں لے لیا تھا اور امیہ نے ان کو فدیرہ کی موٹی رقم کا یقین بھی دلایا تھا، لیکن حضرت بلال حبشی اور ان کے انصاری دوستوں کے مومنانہ جوش کے سامنے وہ امیہ اور اس کے بیٹے کی جان نہیں بچا سکے۔

۱۔ ابن ہشام ۲/۲۷۱-۲۷۲: کان امیہ بن خلف فی صدیقاً بکتہ.....؛ سہیلی ۵/۱۰۹-۱۱۰ و ما بعد؛ بلاذری ۱/۱۹۱- طبری ۲/۴۵۱؛ بوالہ ابن اسحاق۔

۲۔ بخاری، کتاب الوکلاء، باب اذوکل المسلم حربی فی دارالرحب اونی دارالاسلام جاز؛ فتح الباری ۲/۴۰۳-۴۰۵۔

## مدنی افراد کی سکونتِ مکہ

حرمین شریفین کے روابط و تعلقات کی ایک نوعیت ان کے بعض افراد و طبقات کا ہجرت سے قبل نقل و وطن کر کے دوسرے شہر میں جا بسنا ہے۔ احادیث و سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مدنی افراد نے اپنا وطن چھوڑ کر مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہ قریش کے حلیف بن گئے تھے تاہم انہوں نے اپنے وطن اور افرادِ خاندان و قبیلہ سے سماجی اور خاندانی تعلقات منقطع نہیں کئے تھے۔ ان کی آمد و رفت بھی جاری تھی اور ان کے سبب دوسرے افراد مکہ و مدینہ کے تعلقات بھی ایک دوسرے سے استوار ہوئے تھے۔

ایسے ہی ایک فرد حضرت عمرو بن عوف النزاری تھے۔ حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق وہ مہاجرین میں سے تھے، کہتے ہیں کہ اہل مغازی کے نزدیک یہی معروف ہے، کیونکہ وہ عامر بن لوی / قریش کے حلیف تھے۔ اس بنا پر ان کو اہل مکہ میں سمجھا جاتا ہے۔ ابن اسحاق میں ان کا نام عمرو بن عوف ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے عمیر بن عوف بتایا ہے بلکہ لیکن اس کا احتمال ہے کہ وہ صحیح صحیح النزاری رہے ہوں یعنی اصلاً وہ اوس یا خزرج کے فرد ہوں اور مکہ میں قیام کے بعد انہوں نے بعض اہل مکہ سے حلف کا معاہدہ کر لیا ہو اور اس لحاظ سے وہ النزاری مہاجر بن جانے کا شرف رکھتے ہوں۔ حافظ موصوف نے اگرچہ ان کے النزاری ہونے کی روایت کو امام زہری سے روایت کرنے والے شیب کا تفرقہ قرار دے کر وہم قرار دیا ہے، لیکن یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ بعض النزاری یعنی اوسی اور خزرجی افراد نے مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی جیسا کہ آتا ہے۔

ابن ہشام کے مطابق حضرت ذکوان مہاجر النزاری کہلاتے تھے۔ ان کا پورا

۱۔ ابن ہشام بوالہ ابن حجر؛ ابن سعد ۳/۴۰۷

۲۔ فتح الباری ۶/۳۱۵؛ ۷/۴۰۰؛ ۸/۴۰۰؛ ۹/۴۰۰؛ کتاب الجزیۃ والموادعۃ باب ۱؛ کتاب المغازی

باب ۱۲۔ اصابہ ۵۹۲۷؛ اسد الغابہ، استیعاب ترجمہ عمرو بن عوف النزاری۔

نام ذکوان بن عبد قیس زرقی خزرجی تھا وہ مدنی نژاد تھے اور مکہ میں بس گئے۔ وہاں ایمان و اسلام سے مشرف ہوئے اور مدتوں مقیم رہے پھر اپنے قدیم وطن مدینہ کو ہجرت کی۔ اس لیے وہ مہاجر انصاری کہلاتے تھے۔ یہ بیعت عقبہ کے شرکاء کی فہرست میں حضرت ذکوان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ سے ہجرت کر کے مکہ چلے گئے تھے اور آپ کے ساتھ مکہ میں رہے اس لیے ان کو مہاجری انصاری کہا جاتا تھا۔

ابن اسحاق کی ایک روایت میں ایک اور مہاجری انصاری کا ذکر ملتا ہے اور وہ ہیں حضرت عباس بن عبادہ بن نضہ سالمی خزرجی۔ ان کا تعلق مدینہ کے قبیلہ خزرج کے بنو سالم بن عوف سے تھا۔ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سکونت پذیر ہونے کے لیے مکہ چلے گئے تھے اور وہاں آپ کے ساتھ ہجرت مدینہ تک مقیم رہے۔

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عباس بن عبادہ خزرجی سالمی کے علاوہ کئی حضرات تھے جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنا وطن۔ شہر۔ ترک کر کے مکہ کی سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں ہجرت مدینہ تک قیام پذیر رہے اور ہجرت مدینہ نہ ہوتی تو وہیں مقیم رہتے اور جب ہوئی تو واپس اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے وطن مدینہ لوٹے۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس زرقی خزرجی اس جماعت مہاجران مدنی کے دوسرے فرد اور رکن تھے لیکن یہی دو حضرات نہیں تھے۔ روایت کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ متعدد حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور و پیغام سن کر مدینہ / شہر سے مکہ گئے اور پھر اسلام قبول کر کے وہیں کے پورے۔ ابھی یہ گرہ کھلنی باقی ہے کہ ان دو شہریوں کے علاوہ اور کون لوگ تھے اور وہ کب مکہ مکرمہ جا کر مقیم ہوئے تھے؟

اسی فہرست شرکاء بیعت عقبہ میں ایک تیسرا نام حضرت عقبہ بن وہب غطفانی

۱۔ ابن ہشام ۲/۲۰۰ مع حاشیہ مطر تب؛ ۶۹/۲

۲۔ ابن ہشام ۲/۲۰۲-۲۰۳؛

کا تھا۔ وہ اصلاً قیس عیلان کے ایک فرد تھے لیکن یشرب کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو سالم بن غنم بن عوف بن خزرج کے حلیف بن گئے تھے۔ یہ خزرجی شاخ بنوالمطلبی کے نام سے معروف تھی۔ وہ پدیری صحابی ہیں اور ان یشربی مساجدوں میں شامل ہیں جو مدینہ سے مکہ کو ہجرت کر کے گئے تھے اور وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام و نصرت کی سعادت حاصل کرنے والوں میں شامل تھے اور دہرے لقب مہاجری انصاری سے سرفراز تھے بلکہ

## قریشی افراد کی اقامتِ مدینہ

عہدِ جاہلی میں اور اسلامی دور میں ہجرت سے قبل بعض کمی افراد کے ترکِ وطن کر کے مدینہ میں سکونت کا امکان ہے۔ اور روایات سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ یہ نقل مکانی مختلف اسباب سے ہوتا تھا۔ ان میں خاندان سے اختلاف و نزاع، مدینہ والوں سے سماجی ربط و تعلق، ازدواجی تعلقات اور تجارتی معاملات وغیرہ اہم ترین عناصر و عوامل معلوم ہوتے ہیں۔ قریشی اور کمی افراد اپنے نقل و وطن کے باوجود اپنے افرادِ خاندان اور شہر سے برابر رشتہ استوار رکھتے تھے اور دونوں کی ایک دوسرے کے ہاں آمد و رفت بھی ہوتی تھی۔

قریش کر کے مدینہ منتقل ہونے والے افراد میں ایک اہم شخصیت عتبہ بن ابی وقاص زہری کی تھی جو مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کے برادرِ اصغر تھے۔ وہ ہجرتِ مدینہ سے قبل کسی وقت مدینہ جا بسے تھے۔ انھوں نے اپنے بھائیوں سے، بالخصوص اپنے برادرِ اکبر حضرت سعد بن ابی وقاص زہری سے تعلق قائم رکھا تھا۔ انھوں نے اپنے بھائی کو اپنا وہی بھی بنایا اور ایک باندی کے فرزند کے باب میں ان کو وصیت کی تھی۔ بعد میں وہ اسلام بھی لے آئے تھے اور قبل ہجرت وفات پائی تھی۔ امام بخاری کی روایت میں وضاحت ہے کہ زہرہ

لے ابن ہشام ۲/۴۳؛ اسد الغابہ ۳/۲۲۱-۲۲۲ ۱۱۱ اسد الغابہ، ترجمہ عتبہ بن ابی وقاص، بخاری،

کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات؛ باب شرک الملوک الخ فتح الباری ۲/۳۰۷، ۳۰۲، ۵۱۹، ۵۲۱۔

کی دختر کے فرزند عتبہ کی اولاد تھے، لہذا ان کو وصیت کی کہ ان کو اپنی تحویل میں لے لیں۔ لیکن وہ عبد بن زعمہ کے والد زعمہ کے بستر اور گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فیصلہ کیا تو عبد بن زعمہ کا بھائی قرار دے کر ان کی تحویل میں دے دیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کے دعوے کو مسترد کر دیا کہ قانون ہی کہتا تھا لیکن چونکہ بچے میں عتبہ سے مشابہت پائی جاتی تھی، لہذا امام المؤمنین حضرت سودا کو جو عبد بن زعمہ کی بہن تھیں اور مولود کی پھوپھی بھی ان سے پر دے کرنے کا حکم بھی دیا تھا۔ کیونکہ وہ اصلاً عتبہ بن ابی وقاص زہری کے فرزند تھے جو ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زعمہ کے لیے غیر محرم تھے اور ان کے فرزند بھی۔

## مکہ و مدینہ کے مذہبی تعلقات

عرب قبیلے اوس اور خزرج عمرہ وحج اور زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آتے تھے اور قریش مکہ کو خانہ کعبہ کے متولی و پاسدار کی حیثیت سے اپنا دینی رہنما سمجھتے تھے۔ قریش کے بعض دینی اکابر ان کے لیے بھی مذہبی تقدس رکھتے تھے۔ ان دونوں مقدس شہروں کے باشندوں کی دینی زندگی اور مذہبی مظاہمت کی ایک اور جہت بھی تھی جو خاصی اہم تھی۔ دین ابراہیمی کے پیروہوں نے اور ابراہیم علیہ السلام کے وارث و امین ہونے کے باوجود قریش مکہ یہود مدینہ کے مذہبی تفوق سے مرعوب تھے اور ان کے دین کو اپنے دین سے بہتر سمجھتے تھے۔ دینی اور فکری معاملات میں وہ علمائے یہود سے رجوع کیا کرتے تھے۔

قریش مکہ کے درمیان رواجی مذہب سے بیزاری اور بغاوت کا رجحان پیدا ہوا تو ایک طبقہ تو حنیفیت کی طرف گیا۔ وہ اپنے رواجی طور و طریقوں کو اور مشرکانہ رسوم و اعمال کو ترک کر کے صحیح مذہب ابراہیمی کی تلاش میں لگ گیا۔ اسی کو حنیفیت کی تحریک بھی کہا جاسکتا ہے اور اس کے ماننے والوں کو احناف (حنیف کی جمع) قرار دیا گیا۔ اس کے سب سے بڑے علمبردار حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی تھے جو سچے حنیف رہے اور آخر وقت تک اسی پر جمے رہے۔ احناف میں سے بعض نے تلاش حق اور جستجوئے دین کی خاطر نافرمانیت میں پناہ لی

اور اسی کو صحیح ترین دین و مذہب سمجھا۔ حضرت درقبن نوفل اسدی، عثمان بن حویرث اور عبید اللہ بن جحش اسدی خزیمی نے حنیفیت کو چھوڑا اور نصرانی بن گئے۔ مؤرخانہ ذکر دونوں کی موت نصرانیت پر ہوئی جب کہ حضرت درقبن نوفل اسدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر کے مسلم بن گئے۔

بعض دانشوران مکہ اور حکما، قریش اپنے رواجی دین براہمی پر قائم رہے، مگر علمائے یہود و نصاریٰ کی صحبت، تعلیم و تربیت اور ان سے استفادے کی بنا پر مذہبی اور دینی شخصیات اور فکری اصحاب میں اپنا مقام بنا لیا۔ اکابر قریش میں نصر بن حارث عبدری ان کا فکری قائد، دینی مباحث، مذہبی مناظر اور جدلِ جدال عقلی کا امام خاص تھا۔ اس کو صاحبِ احادیث کہا جاتا تھا اور اس نے ایرانیوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور نصاریٰ و یہود کی صحبت پائی تھی۔ قرآن مجید کی فکری اساس اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی ربانی سے سرفرازی پر وہ طرح طرح کے حملے کیا کرتا تھا۔ وہ اپنی کہانیوں اور قصوں اور دوسری احادیث کو قرآنی آیات جیسا بلکہ ان سے بہتر بتاتا تھا اور فکری پرچار کرتا تھا۔

سیرت نگاروں اور تاریخ و تفسیر دانوں سے متعدد آیات قرآنی کی تفسیریں میں اسی نصر بن حارث عبدری کو ”وجوہ“ میں گنا یا ہے۔

مذہبی و فکری سوچ بچار اور یہودیت و نصرانیت سے اس کے موازنے کا ایک نمونہ حنیف مکہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی کے سلسلے میں نقل کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ایک سفر شام کے دوران تلاشِ حق میں گئے تھے۔ ان کو یہودیت و نصرانیت سے طبعی اجتناب تھا۔ اتفاق سے وہاں ایک راہب سے ملاقات ہوئی جس نے ان کو اصل دینِ ابراہیمی کی تلاش پر اکسایا کیونکہ حضرت ابراہیم کا دین ہی اصل دین ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی نہ تھے۔ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دی تھی اور اسی کو اصل دینِ ابراہیمی قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ

حقیقت ہے اور وہی سچے رسول ہیں۔ مکہ مکرمہ میں یہودی علماء کی بشارتوں کا بھی برابر ذکر ملتا ہے اور ان کے فکری دھارے کا بھی پتہ

اسلام کی حقانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق تو قریش مکہ کے دل کرتے تھے، لیکن انہوں نے فکری طور سے زچ کرنے اور آزمائش کے ذریعہ اصل بات کا پتہ لگانے کے لیے اپنے دو بڑے نمائندوں نضر بن حارث عبدی اور عقبہ بن ابی معیط اموی کو علمائے یہود کے پاس مدینہ منورہ بھیجا تھا تا کہ وہ ایسے سوالات و علامات معلوم کر کے آئیں کہ تصدیق کی جاسکے، علماء یہود مدینہ سے اکابر قریش کے مذہبی استفسارات صرف اس بنا پر تھے کہ یہود کو وحی الہی کا امین اور اپنے مذہب سے بڑھ کر سمجھتے تھے۔ انہوں نے علماء یہود مدینہ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں سوالات سیکھے تھے اور رسول اکرم سے ان کو پوچھا تھا اور آپ نے ان کے صحیح صحیح جواب دے کر ان کو ناطقہ سرگرمیاں اور اپنی صداقت ثابت کر دی تھی۔ یہ واقعہ اگرچہ زمانی لحاظ سے ذرا بعد کا ہے لیکن یہ وضاحت کرتا ہے کہ قریش مکہ کے یہود مدینہ سے مذہبی روابط قدیم زمانے سے تھے۔

## بحث کا نقطہ ارتکاز

حرمین شریفین۔ یکویشرب اور مکہ مدینہ۔ کے گونا گوں سماجی تعلقات کی واضح شہادت کے بعد ہمارے قدیم و جدید سیرت نگاروں کا یہ تاثر کتنا سلی نظر آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام اسلام کا پتہ اہل یشرب کو مکی عہد نبوی کے بالکل اوائل میں لگ سکا۔ وہاں اسلام کا تعارف اور اس کی اشاعت کا سلسلہ اللہ نبوی ﷺ کے لگ بھگ ہو سکا۔ ہمارے تمام سیرت نگار۔ قدیم و جدید۔ متفاد رویہ اپناتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ

۱۔ ابن سعد ۱/ ۱۶۲ - ۱۶۳

۲۔ ابن ہشام ۱/ ۳۲۵ - ۳۲۶؛ ابن سعد ۱/ ۱۶۵؛ بلاذری ۱/ ۱۲۲۔

اس حقیقت کے قائل ہیں کہ دونوں شہروں میں قدیم روابط تھے اور دوسری طرف وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام کی تخم ریزی یثرب میں ان چھ خزر جیو کا برکے قبولِ اسلام اور توسیع و تبلیغِ دین سے ہوئی جو ۶۲۲ء میں اچانک اسلام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوئے اور مسلمان ہوئے اور مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کا باعث بنے۔ ان سے پہلے وہ سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ اوسی کے اسلام سے متاثر ہونے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی بطور مثال اور برائے بیت کر دیتے ہیں۔ ان کو قبولِ اسلام کا لمحہ نہیں گردانتے، بلکہ چھ خزر جیو کو ہی ابتدائے قبولِ اسلام کا شرف دیتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ یثرب تک اسلام کا پیغام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف ان ہی کے ذریعہ پہنچا۔

یہ جائزہ بھی غلط ہے اور اس سے کشید کر کے یہ تاثر دینا کہ یثرب میں اسلام کا یہ اولین واقعہ تھا بھی غلط ہے، اگرچہ مولانا مودودی جیسے اہل قلم نے یثرب کے بزرگوں - ابو الہیثم بن التیہان اور ذکوان بن عبد قیس اور اسعد بن زرارہ کے ان سے پہلے قبولِ اسلام کا ذکر بھی کیا ہے۔ اصلاً تمام سیرت نگاروں نے

۱۵ شبلی ۱/۲۶۰-۲۶۲ مع حاشیہ ۲: ان کے واقعہ قبولِ اسلام کا عنوان.... "ابتدائے اسلام انصار ہونا چاہیے۔" ادیس کا ندھلوی (۱/۳۳۱) نے چھ خزر جیو کے قبولِ اسلام کے واقعہ کی سرفی لگائی ہے: "مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتدا، اللہ نبویؐ - مودودی، سیرت ۲/۴۹۱-۶۹۳ و ما بعد؛ کی عنوانی سرفی ہے: "انصار کے اولین گروہ کا قبولِ اسلام اور پہلی بیعت عقبہ..." - منصور پوری (۱/۴۷) "آبابِ ہجرت" کی سرفی کے تحت سلسلہ نبوی کے موسم حج میں چھ خزر جیو سے یثرب میں اسلام کا تعارف مانتے ہیں۔ علی ندوی، السیرۃ النبویہ، ۱۵۲: "یدر اسلام الانصار؛ وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الموم... اذ لقی رھطا من الخزرج... مبارکپوری، ۲۰۹-۲۱۶ و ما بعد: "یہ یثرب کے چھ جوان تھے... جب یہ لوگ مدینہ واپس ہوئے... وہاں گھر گھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا پھیل گیا، ان کے علاوہ متعدد بلکہ بہت سے مؤلفین سیرت نے یہی تاثر دیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا اور اسلام کا تعارف سلسلہ نبوی یا ۶۲۲ء میں ہی مدینہ منورہ کے اوس و خزرج میں پھیل گیا، حالانکہ وہ اس سے قبل کے بعض واقعات قبولِ اسلام کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

قدیم مؤلفین سیرت بالخصوص ابن اسحاق و ابن ہشام کی روایات کی کورانہ تقلید میں تحلیل و تجزیہ کی راہ نہیں اپنائی اور نیشرب میں تبلیغ اسلام و تعارف رسول کا ذکر اسی لمحہ نہان میں کیا جو ان کے مصادر و مآخذ میں موجود تھا۔ حالانکہ بہت سی دوسری روایا اس واقعہ عظیم کی تاریخ کافی پہلے لے جاتی ہیں۔ یہ ایک طویل تحقیق طلب بحث ہے جو بعد میں ایک علیحدہ مقالے میں پیش کی جائے گی۔ یہاں قدیم ترین دستیاب سیرت نبوی کے قابل اعتماد دفتر کی ایک اہم روایت نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ وہ صحیح تناظر پیش کرتی ہے۔

ابن اسحاق ہی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ عرب میں پھیلا اور شہروں تک پہنچا تو آپ کا ذکر خیر مدینہ میں بھی ہوا اور عربوں کا کوئی خاندان (حی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ سے اوس و خزر ج سے زیادہ واقف نہ تھا جب آپ کا ذکر نبوت ہوا یا اس کے ذکر سے قبل بھی ہی معاملہ تھا، کیونکہ وہ یہودی علماء سے سنا کرتے تھے اور وہ ان کے حلیف تھے اور ان کے ساتھ ان کے دیار میں رہتے تھے۔ جب مدینہ میں آپ کا ذکر خیر ہوا تو انھوں نے قریش کے درمیان واقع ہونے والے اختلاف پر بھی بات چیت کی اور اس پر چرچا کرتے رہے۔ ابن اسحاق کی روایات کے درو لبت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعذیب جسمانی سے قبل کا واقعہ ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ دعوت اسلامی کے کچھ دنوں کے بعد ہی مدینہ منورہ میں آپ کا پیغام متعارف ہو چکا تھا اور اہل نیشرب آپ کے نئے مشن سے واقف ہو چکے تھے۔ قدیم تعلقات کا حوالہ ابن اسحاق کے اس بیان میں نہیں ہے مگر وہ بہر حال مضر ہے، کہ آپ اور آپ کے خاندان سے وہ بخوبی واقف تھے اور ان ہی تعلقات نے نیشرب میں اسلام کی آبیاری کی۔

۱/ ۲۹۹ - ۳۰۰؛ سہیلی م/ ۶۸ - ۶۹ و ما بعد؛